محمد رشید*

کیرن آرمسٹرانگ کی کتاب
محمد ہمارے عہد کے پیغمبر
کا تعارف و تجزیہ

کیرن آرم سٹرانگ ایک عالمی شہرت یافتہ مصنفہ ہیں۔ وہ برطانیہ میں ویسٹ مڈلینڈ کے علاقے ووسٹر شائر میں نومبر ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئیں۔ کیرن آکسفورڈ یونیورسٹی سے لٹریچر میں گریجوایٹ ہیں۔ یونیورسٹی آف لندن میں جدید لٹریچر کی استاد بھی رہ چکی ہیں۔ کیرن اپنے آپ کو Free Lance Monotheist (یعنی فری لانس موحد) کہتی ہیں۔(۱) ۱۹۶۰ء کے عشرے میں کیرن سات برس تک کیتھولک نن رہیں۔ اس دور کی آپ بیتی لکھنے پر اسے برطانیہ میں شہرت حاصل ہوئی۔ کیرن کی کتب کا موضوع و مقصد دنیا بھر کے بڑے مذاہب خاص کر اسلام، مسیحیت اور یہودیت کا ایسا مطالعہ پیش کرنا ہے، جس سے ان مذاہب کے ماننے والوں کی آپس میں قربت پیدا ہو۔ کیرن آرم سٹرانگ متعدد کتابیں لکھ چکی ہیں۔ ان کی کچھ معروف کتب درج ذیل ہیں:

(1) Holy War: The Crusades and their Impact on Today's World (2) Muhammad: A Biography of the Prophet (3) A History of God (4) Islam: A Short History (5) A Letter to Pakistan (6) The Case for God

---

* ایم فل علوم اسلامی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔ abu_munzir1999@yahoo.com

۱۔ ttps://www.britannica.com/biography/Karen-Armstrong

(7) The End of Silence: Women and the Priesthood,
(8) Fields of Blood: Religion and the History of Violence.

مختلف مذہب کے علما و محقق حضرات نے کیرن کے کچھ آرا و نظریات سے اختلاف بھی کیا ہے، جیسے اسلام و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کچھ بیانات پر مسلمانوں کی طرف سے اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ واقعہ اسرا و معراج، قرآن کی سورتوں کی ترتیب، اسلام کا عالمگیر مذہب نہ ہونا، اسلامی عبادات میں یہودیت و مسیحیت کا حصہ وغیرہ یہ وہ چیزیں ہیں جن پر بہت سے مسلمانوں نے تحقیقی طور پر کیرن آرمسٹرانگ کی تحقیق کا رد کیا ہے۔ اسرائیلی مورخ افائیم کرش، نے کیرن کی کتاب، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری کو ایک ترمیم پسندانہ اور خلاف واقعہ کہا ہے۔[1]

بیسویں صدی کے آخری اور اکیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر درجنوں مغربی اہل علم نے سابقہ نفرت انگیز، توہم پرستانہ و متعصبانہ ادوار کے مقابلے میں معتدل انداز میں مقالے اور کتب تحریر کی ہیں۔ ان لکھنے والوں میں Bernard Lewis, John Adair, Michael Cook, Jonathan AC Brown, Tamam Kahn, Lesley Hazleton اور Karen Armstrong قابل ذکر ہیں۔ زیر نظر سطور میں سیرت پر لکھنے والی معروف مغربی مصنفہ کیرن آرم سٹرانگ کی کتاب Muhammad: A Prophet for our time, جو Harpher Collins Publishers, New York نے سال ۲۰۰۷ء میں شائع کی، کا مختصر تعارف و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مصنفہ نے اپنی اس کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب کا عنوان مکہ، دوسرے باب کا عنوان جاہلیہ، تیسرے باب کا عنوان ہجرۃ، چوتھے باب کا عنوان جہاد اور پانچویں باب کا عنوان سلام رکھا ہے۔ ان تمام ابواب کا نہایت مختصر خلاصہ و جائزہ ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

کیرن نے کتاب کے تعارف ہی میں سیرت نگاری میں اپنے ماخذات کا ذکر کردیا

1۔ https://ur.wikipedia.org/wiki/کیرن۔آرمسٹرانگ۔

ہے۔ مصنفہ نے محمد ابن اسحاق، محمد ابن عمر الواقدی، محمد ابن سعد اور طبری کا بہ طور خاص ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ان اولین سیرت نگاروں نے اپنی تحریروں میں پرانی دستاویزات شامل کیں، زبانی روایات کے ماخذوں کو جانچا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا خصوصی بندہ ماننے کے باوجود مکمل طور پر غیر تنقیدی نہ رہے۔ ان ہی کی کاوشوں کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کافی معلومات ملتی ہیں۔ مصنفہ نے ان ہی کو اپنی سیرت نگاری کے ماخذات کے طور پر قبول کیا ہے۔(۱)

سیرت نگاری کی مشکلات

کیرن آرمسٹرانگ یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ ابتدائی سیرت نگاران شاید جدید مورخ کی تشفی نہ کر پائیں لیکن وہ اپنے مواد کے الجھاؤ سے آگاہ تھے۔ انہوں نے کسی ایک نظریے یا واقعات کی تفسیر کو بیان کرتے وقت دیگر کو مسترد نہ کیا۔ کبھی کبھی انہوں نے ایک ہی واقعے کے متعلق دو مختلف روایات ساتھ ساتھ پیش کیں اور دونوں کو مساوی وقعت دی، تاکہ قارئین اپنے ذہن سے کام لے سکیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اولین سیرت نگاروں نے اپنے پیغمبر کی کہانی ہر ممکن ایمان داری اور صداقت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود ان کے بیانات میں رخنے موجود ہیں۔ (۲)

مغربی دنیا میں اسلام سے نفرت اور خوف کی تاریخ

کیرن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ مغربی دنیا میں اسلام سے نفرت اور خوف کی تاریخ کے ڈانڈے صلیبی جنگوں کے عہد سے جا ملتے ہیں۔ بارہویں صدی میں یورپ کے عیسائی راہبوں نے اصرار کیا کہ اسلام تشدد اور تلوار کا مذہب ہے۔ اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تلوار کی نوک سے دنیا پر اپنا مذہب مسلط کیا۔ انہوں نے پیغمبر اسلام پر جنسی حوالے سے بھی الزامات عائد

۱_Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, New York: Harpher Collins Publishers, 2007, P2

۲_Ibid, P3

کیے۔ پیغمبر اسلام کی یہ مسخ شدہ تصویر مغرب کے مقبول تصورات میں سے ایک بن گئی۔ نائن الیون کے بعد مغربی میڈیا نے عیسائیت کی اسی روایت کو اچھالا اور دائیں بازو کے عیسائیوں کا یہ دعویٰ پھر پیش کیا کہ پیغمبر اسلام جنگ، تشدد اور جارحیت کے حامی تھے۔ مصنفہ واضح کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشدد پسند ہر گز نہیں تھے۔ لہٰذا ہمیں متوازن انداز میں ان کی حیات کو سمجھنا ہوگا تاکہ ان کی عظیم کامیابیوں کی قدر کر سکیں۔(۱)

سیرت پر کتاب لکھنے کا مقصد

مصنفہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بارے میں مغرب کے متعصّبانہ رویہ کو تبدیل کرنا اپنی تصنیف کا مقصد قرار دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ مغرب کے لوگوں کی سیرت کے بارے میں تنگ نظری کو چیلنج کرنے کی خاطر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت لکھنے کا فیصلہ کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ اگر چہ وہ ۱۹۹۱ء میں Muhammad: A Biography of Prophet لکھ چکی تھیں لیکن نائن الیون کے بعد پیغمبر اسلام کی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ ایک رہ نما شخصیت کے طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات نہ صرف مسلمانوں بل کہ اہل مغرب کے لیے بھی اہم اسباق رکھتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی لالچ، ظلم اور جہالت کے خلاف ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ مصنفہ کا خیال ہے کہ نائن الیون کے بعد سیرت کے اسی پہلو کی پیروی کی ضرورت ہے۔(۲)

مصنفہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راسخ العقیدگی نافذ کرنے کی کوشش میں نہیں تھے اور نہ ہی آپ کو مابعد الطبیعیات میں زیادہ دل چسپی تھی۔ بل کہ آپ لوگوں کے ذہن و دل تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ قبل اسلام کے تشدد اور دہشت کی ذہنی کیفیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کا نام دیا جسے مسلمان عہد جہالت کہتے ہیں۔ مصنفہ کا دعویٰ ہے کہ آج کی مسلم دنیا اور مغربی دنیا میں بھی اسی جاہلیت کے شواہد موجود ہیں۔(۳)

۱۔ Ibid, P5-6

۲۔ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P6-7

۳۔ Ibid, P 7-8

باب اول: مکہ

کیرن آرم سٹرانگ کتاب کے پہلے باب مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی زندگی اور مکے کے لوگوں کی خصوصیات (خوبیوں اور خامیوں) کا نقشہ کھینچتی ہیں۔ وہ قریش کے جدامجد قصی بن کلاب کا ذکر کرتی ہیں۔ قریش کو بین الاقوامی تجارت میں دل چسپی تھی اس کا ذکر کرتی ہیں۔ کیرن کی رائے میں قریش کا ہر شخص تجارت سے کسی نہ کسی طرح منسلک تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ تجارتی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے قریش پرامن لوگ بن گئے، کیوں کہ جنگ و جدل کی وبا کاروبار کو ناممکن بنا دیتی ہے۔ مکہ کو ایک ایسی جگہ بننا تھا جہاں کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھنے والے تاجر بلاخوف وخطر آزادانہ ملتے۔ وہ کہتی ہیں کہ قریش نے اصولی بنیادوں پر قبائلی جنگ وجدل میں حصہ لینے سے انکار کر دیا اور غیر جانب داری اختیار کی۔ وہ حرم اور اس کے بیس میل کے اردگرد خون ریزی اور تشدد کی ممانعت کو بھی قریش کی اسی خصوصیت سے جوڑتی ہیں۔ کیرن کہتی ہیں کہ مکے میں تجارت اور مذہب ایک دوسرے میں رچے بسے ہوئے تھے۔ کیرن حج کے طواف کو بھی تجارتی سرگرمیوں کی روحانی جہت قرار دیتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ طواف کرنے سے زائرین کے ذہن اضافی خیالات سے پاک ہوجاتے۔ کیرن کا کہنا ہے کہ قریش سامراجی کنٹرول کے بغیر ایک جدید معیشت تخلیق کرنے کے قابل ہوئے۔ دنیا مکہ سے ہوکر گزرتی تھی لیکن اتنی دیر قیام نہ کرتی کہ وہاں کوئی مداخلت کر پاتی۔ وہ ایک آزاد قوم تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود چھٹی صدی کے اختتام پر مکہ شہر روحانی اور اخلاقی بحران کی گرفت میں جکڑا ہوا تھا۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی ابتدائی حالات

کیرن نے نہایت اختصار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی حالات، مثلاً پیدائش، خاندان، پرورش، نوجوانی اور شادی کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت خدیجہ سے شادی کے معاملے پر وہ کہتی ہیں کہ بعض تنقید نگاروں نے دولت مند بیوہ کے ساتھ پیغمبر اسلام کی شادی پر

1_ Ibid, P9-22

اعتراضات کیے ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ یہ شادی موقع پرستی نہیں تھی بل کہ پیغمبر اسلام حضرت خدیجہ سے محبت کرتے تھے۔ عرب کے کثیر الازدواجی کے رواج کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پیغمبر اسلام اکثر دیگر ازواج کے سامنے ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ بچوں کی ماں بنیں۔ کیرن واضح کرتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے آپ نے بیٹوں جیسا سلوک کیا، حال آں کہ اول الذکر آپ کے غلام تھے لیکن آپ نے انہیں آزاد کر کے ان کو اپنے گھر کا فرد بنا دیا۔

مصنفہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی وحی اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردعمل، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے معاون و موانسانہ ردعمل اور وحی میں طویل وقفہ اور اس کے بعد آنے والی وحی یعنی سورہ ضحیٰ کی تفصیل بیان کی ہے۔ (1)

باب دوم: جاہلیہ

دعوت اسلام اور قرآنی وحی

اس باب میں مصنفہ نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام پر قبیلے کے نوجوانوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں نے تو مثبت ردعمل دیا لیکن بزرگ لوگوں نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ تر پیروکار عورتیں، غلام اور محروم طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔ بارسوخ لوگوں میں سے آپ کے قریب ترین ساتھی عتیق بن عثمان یعنی ابوبکر صدیق تھے۔

مصنفہ نے قرآنی وحی کا سابقہ آسمانی وحی اور مذاہب سے تقابل کیا ہے اور قرآن کو بھی ایک تسلیم شدہ آسمانی وحی کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآنی وحی کو وہ بڑے خوب صورت انداز سے واضح کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار بے تابی سے ہر نئی وحی کا انتظار کرتے، جب

1_Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 23-39

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں وحی پڑھ کر سناتے تو وہ زبانی یاد کر لیتے یا کسی چیز پر لکھ لیتے۔ اپنے صحیفے کی خوب صورت زبان نے انہیں مسحور کر دیا اور وہ قائل ہو گئے کہ یہ کلام صرف خدا کا ہو سکتا ہے۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ عربی زبان سے ناواقف کوئی شخص قرآن کی خوب صورتی کا صحیح طور پر ادراک نہیں کر سکتا، کیوں کہ ترجمے میں اصل کی محض ایک جھلک ہی دیکھی جا سکتی ہے۔

مصنفہ نے عرب کے پدرسری معاشرے میں عورتوں کے حوالے سے قرآنی وحی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور اسے مکے کے معاشرے میں حیرت انگیز قرار دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کا پیغام سمجھنے والے ابتدائی افراد میں عورتوں کی تعداد اتنی زیادہ کیوں تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ ابتدائی وحی میں اکثر تعلیمات کو سوال کی صورت میں پیش کیا گیا کیا تو نے نہیں سنا؟ کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کیا تو نے غور نہیں کیا؟ اس طرح سامع کو سوال کرنے کی دعوت دی گئی۔ مصنفہ اپنے اس نقطہ نظر کو ایک بار پھر دہراتی ہیں کہ اس نئے مذہب کا تعلق مابعد الطبیعیاتی قطعیت حاصل کرنے سے نہیں تھا۔ تاہم وہ وضاحت کے ساتھ بتاتی ہیں کہ قرآن سامع کو ہر وقت مواخذے کے لیے تیار رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ (۱)

سماجی اصلاح وسیاسی پروگرام اور دعوت اسلام پر قریش کا ردعمل

مصنفہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سماجی اصلاح کے وسیع تر مفہوم کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ سماجی اصلاح کے بغیر سیاسی پروگرام محض سطحی بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جماعت کو عبادت اور نماز کا طریقہ سکھایا، انہیں عاجزی و بندگی سکھائی، نماز انہیں زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کو اولین حیثیت دینے کا احساس دلاتی رہتی۔ وہ کہتی ہیں کہ نماز کی جسمانی روٹین اپنے سارے وجود کو اللہ کی اطاعت میں پیش کرنے کی علامت تھی۔ اس نے اپنے ماننے والوں کے جسموں کو جھکنے اور تکبر وغرور کو خود پسندانہ جذبہ برطرف کرنے کی تعلیم دی۔ نماز کے ساتھ مصنفہ نے زکاۃ کی اہمیت بھی واضح کی ہے۔ اسلام کی دعوت پر قریش کے ردعمل کو مصنفہ نے واضح کیا۔ وہ واضح کرتی ہیں کہ اگرچہ کچھ قریشی سردار آپ کو بادشاہی کا خواہش مند سمجھتے تھے لیکن مصنفہ واضح کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام کے کوئی

۱۔ Ibid, P 40-49

سیاسی عزائم نہ تھے۔ (۱)

سیرت اور توحید

مصنفہ نے سیرت کے بیان کو قرآنی آیات سے نہایت خوب صورت بنا دیا ہے۔ سورہ اخلاص کا انگریزی میں ترجمہ لکھنے کے بعد یہ نقطہ نظر پیش کرتی ہیں کہ توحید کا اصول مسلم روحانیت کا مرکز ومحور بن گیا۔ یہ محض معبود کی یکتائی کی ایک مجرد مابعدالطبیعیاتی توثیق نہیں بل کہ تمام قرآنی تعلیمات کی طرح عمل کرنے کی پکار تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ توحید کی رو سے چوں کہ اللہ کا کوئی ثانی نہیں اس لیے مسلمانوں کو صرف مورتیوں کی تعظیم سے ہی انکار نہیں کرنا بل کہ یہ یقینی بنانا بھی ضروری تھا کہ دیگر حقائق ان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نہ ہٹا سکیں۔ اس تناظر میں دولت، ملک، خاندان، مادی خوش حالی حتیٰ کہ وطن پرستی جیسے تصورات کی حیثیت بھی ثانوی ہوگئی۔ توحید تقاضا کرتی تھی کہ مسلمان اپنی زندگیوں کو متحد کریں۔ اللہ کو اپنی اصل ترجیح بنائیں۔ وہ یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ بتوں کی پرستش کی مخالفت کی وجہ سے قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن گئے۔ (۲)

کفر واسلام کا منفرد تعارف

مصنفہ کفر کی تشریح بھی منفرد انداز سے کرتی ہیں۔ وہ ایمان نہ رکھنے والوں کو کافر قرار دینا اس لفظ کی گم راہ کن تشریح قرار دیتی ہیں۔ وہ یہ نہایت عجیب دعویٰ بھی کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام کا ابوالحکم اور ابوسفیان کے عقائد کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ معاشرے کے محروم طبقات کی تحقیر واستحصال کی بہ جائے انہیں اللہ کی پیروی میں ان پر شفقت کا سایہ کرنا اسلام کا اصل تقاضا تھا جس کے کافر خلاف تھے۔ وہ کافر کا مادہ کفر (ناشکری) کو قرار دیتی ہیں۔ یعنی عظیم ہم دردی اور فیاضی کے ساتھ پیش کردہ کسی چیز کا ناشکری سے انکار۔ یہ بھی دعویٰ کرتی ہیں کہ قرآن کافروں کو ان کے مذہبی ایقان کے فقدان کی وجہ سے برا نہیں کہتا بل کہ ان کے تکبر پر

۱_ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P50-56

۲_ Ibid, P62-63

تنقید کرتا ہے۔ وہ متکبر ہیں اور مکے کے محروم لوگوں کو قابل حقارت خیال کرتے ہیں۔ وہ خود کو خدا کے آگے جھکانے کی بہ جائے اس سے بے نیاز سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے روایتی انداز حیات پر کسی بھی قسم کی تنقید پر غیظ وغضب اور غصے میں آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کسی بھی نئی بات پر غور کرنے کے قابل نہیں۔ ان کے دلوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ کافروں کی سب سے بڑی خامی جاہلیت تھی۔ جہل کا مطلب گھمنڈ، بے جا فخر، زیادتی اور تشدد و جارحیت کا شدید رجحان ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جاہلی لوگ اتنے مغرور تھے کہ اسلام کی اطاعت گزاری کو قبول نہ کر سکے۔ مصنفہ یہ دل چسپ نکتہ بھی پیش کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے بڑے دشمن ابوالحکم کو "ابوجہل" اسلام سے لاعلمی کے باعث نہیں قرار دیا۔ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ابوجہل نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اندھے، شدید اور تباہ کن جذبے کے ساتھ مغرورانہ انداز میں اسلام کے خلاف لڑا۔

مصنفہ جاہلیت کے مقابلے میں مسلمانوں کی نہایت اہم صفت حلم کو قرار دیتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مسلمانوں کی یہ وہ صفت ہے جس کی وجہ سے وہ کم زوروں اور بے کسوں کا خیال رکھتے، غلاموں کو آزاد کرتے، ایک دوسرے کے ساتھ صبر و ہم دردی کا مظاہرہ کرتے اور خود بھوکے ہونے پر بھی ناداروں کو کھانا کھلاتے۔ وہ کہتی ہیں کہ مسلمانوں پر لازم تھا کہ وہ ہمیشہ نرمی اور انکساری دکھائیں۔ وہ سلامتی کے حامی لوگ تھے۔ رحیم خدا کے سچے وفادار وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور ہمیشہ جاہلوں کا جواب سلامتی سے دیتے ہیں۔(۱)

مصنفہ نے قریش مکہ کی اسلام کی مخالفت اور کافروں کی نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں پر مظالم، توہین اور تشدد کی تفصیل بیان کی ہے۔ نیز وہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کی تفصیل بھی اختصار سے بیان کرتی ہیں۔ تاہم وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے مشہور واقعے کے علاوہ ابن اسحاق کے حوالے سے ایک اور واقعہ بھی بیان کرتی ہیں۔ جو عام طور پر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ نیز مصنفہ نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے بائیکاٹ کا احوال بیان کیا۔ جس کے نتیجے میں ان قبائل کے مسلمان اور غیر مسلم سب افراد محصور

۱۔ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 66-67

ہو کر رہ گئے اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔ مصنفہ یہ دل چسپ بات بھی بتاتی ہیں، جو عام طور پر سیرت نگاران ذکر نہیں کرتے، کہ حضرت ابوبکر وعمر چوں کہ ان دونوں قبائل میں سے نہیں تھے لہٰذا وہ ہر ممکن حد تک رسد (کھانے پینے کی اشیا) فراہم کرتے رہے۔ مصنفہ اس باب کا اختتام عام الحزن کے ذکر پر کرتی ہیں۔ (۱)

باب سوم: ہجرت

مصنفہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طائف کی طرف ہجرت و دعوت کے اذیت انگیز سفر کی روداد بیان کی ہے۔ اہل طائف کے بدترین سلوک کے باوجود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مایوس ہونے کی بہ جائے امید کے نئے در کھولنے کا ذکر کیا ہے۔ واقعہ معراج کا تذکرہ بھی اسی باب میں ہے۔ (۲)

تمام ادیان کا مساوی درجہ

مصنفہ تمام ادیان کو مساوی اہمیت کا حامل سمجھتی ہیں۔ چناں چہ وہ اسی کے حق میں دلائل دیتی ہیں اور مصنفہ کا دعویٰ ہے کہ قرآن بھی اسی نظریے کا حامی ہے۔ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی اور مغرب کی گستاخیاں

مصنفہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تذکرہ کیا۔ اسی تناظر میں وہ کہتی ہیں کہ مغرب نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازدواجی زندگی کے متعلق بیمار ذہنیت اور ناپاک طینت پر مبنی قیاس آرائیوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ عرب میں جہاں کثرت ازدواج معمول کی بات تھی، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیاں رومانوی یا جنسی معاملات تقاضوں کے تحت نہیں، بل کہ عملی مقاصد کے تحت تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے پیغمبر اسلام کی منگنی ہرگز غیر موزوں نہ تھی۔ اس

۱۔ Ibid, P 69-75

۲۔ Ibid, 77-86

۳۔ Ibid, 86-89

دور میں تعلقات مضبوط کرنے کے لیے بالغ مردوں اور حضرت عائشہؓ سے بھی چھوٹی عمر کی بچیوں کے رشتے طے ہوا کرتے تھے۔ یورپ میں یہ رواج جدید عہد تک جاری رہا۔ لہٰذا وہ آپ ﷺ کی شادیوں کو ایک نئی امت کی تعمیر میں بنیادی عنصر کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ (۱)

اس باب میں مصنفہ نے بیعت عقبہ اولیٰ وثانی اور مدینے کی طرف نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کے احوال لکھے ہیں۔ باب کا اختتام تحویل قبلہ کے واقعے پر کیا گیا ہے۔

باب چہارم: جہاد

مصنفہ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان مہاجرین کے لیے اہم ترین مسئلہ معاش کو قرار دیتی ہیں۔ اور اس کا حل مصنفہ کے نزدیک یہ تھا کہ مسلمان شام جانے اور واپس آنے والے قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ کر کے مال تجارت اور اونٹ وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنی آمدنی پیدا کر سکیں۔ مصنفہ کے نزدیک یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی، کیوں کہ مشکل حالات میں اس طرح کے حملوں کے ذریعے آمدنی حاصل کرنا عرب میں ایک معمول کی بات تھی۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ اس مقصد کے لیے پیغمبر اسلام نے آٹھ مہمات روانہ کیں، لیکن کوئی بھی مہم کامیاب نہ ہو سکی۔ مصنفہ ایک طرف تو تجارتی قافلوں پر حملہ کر کے آمدنی حاصل کرنے کو معمول کی بات قرار دیتی ہیں، دوسری طرف وہ یہ بھی دعویٰ کرتی ہیں کہ قرآن نے مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ امن قائم کرنے اور کاروبار کے دوران ان پر حملہ نہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔ ساتھ ہی وہ سورہ حج کی ان آیات کا ترجمہ بھی تحریر کرتی ہیں، جن میں مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لیے جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ (۲)

مصنفہ نے نہایت اختصار کے ساتھ قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں کی ابتدائی جنگی جھڑپوں کے احوال بیان کیے ہیں۔ چھوٹی جھڑپوں کے علاوہ اس وقت کی ایک بڑی جنگ غزوہ بدر کا بھی احوال بیان کیا ہے۔ مصنفہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمانوں نے جنگ میں بھی ماضی کے

۱۔ Ibid, 92-93

۲۔ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 113-116

وحشیانہ طورطریقوں سے اجتناب کیا۔(۱)

کثرت ازدواج کی حمایت

مصنفہ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ کثرت ازدواج کے اسلامی قانون کی حمایت کی ہے۔ چناں چہ غزوات ہی کے بیان کے درمیان میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ قرآن کا کثرت ازدواج کی منظوری دینا مردانہ جنسی اشتہا کی تسکین نہیں بل کہ بیواؤں، یتیموں اور دیگر لاچار عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ کرنا تھا۔ عام طور پر طاقت ور افراد خاندان کے کم زور افراد کی ہر چیز پر قبضہ کر لیتے اور انہیں محروم رکھتے۔ وہ کہتی ہیں کہ اکثر مردسر پرست انہیں جنسی بدسلوکی کا نشانہ بھی بناتے یا بہ طور غلام فروخت کر کے منافع کماتے تھے۔ مثلاً (عبداللہ) ابن ابی نے اپنی لونڈیوں کو جسم فروشی پر مجبور کر کے آمدنی کا ذریعہ بنایا۔ قرآن واضح الفاظ میں اس طرز عمل کو مسترد کرتا اور جائداد پر عورت کے حق کو جائز قرار دیتا ہے۔ کثرت ازدواج کا مقصد اس امر کو یقینی بناناتھا کہ بے یارومددگار عورتوں کی مہذب انداز میں شادی ہو اور پرانے، آزادانہ اور غیر ذمے دارانہ معاشقوں کا خاتمہ ہو۔ وہ کہتی ہیں کہ قرآن عورتوں کو ایک قانونی رتبہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا جو بیش تر مغربی خواتین کو انیس ویں صدی تک بھی حاصل نہ ہوسکا۔ تاہم وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ پیغمبر اسلام تو آزادی نسواں کے حامی تھے لیکن امت میں بہت سے لوگ بہ شمول صحابہ کرام اس کے شدید مخالف تھے۔ اسی تناظر میں وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام عورتوں کی آزادی کے مخالف کے طور پر لیتی ہیں۔ (۲)

غزوہ بنی قینقاع پر مصنفہ کی غیر علمی، غیر عقلی، غیر منصفانہ ومتضاد رائے

مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ غزوہ بنی قینقاع کے متعلق لکھتی ہیں کہ جب یہودیوں کو ان کی غداری اور بدعہدی کی وجہ سے بہ ذریعہ جنگ شکست دی گئی تو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے امید تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور عورتوں و بچوں کو غلام بنا کر بیچ دیں گے،

۱_ Ibid, P 117

۲_ Ibid, 133-136

کیوں کہ غداروں کی روایتی سزا یہی تھی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس شرط پر چھوڑ دیا کہ سارا قبیلہ فوراً مدینے سے چلا جائے۔ مصنفہ ایک طرف تو یہ بات لکھتی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھتی ہیں کہ خون ریزی سے اجتناب کیا گیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) ایک الم ناک اخلاقی الجھن سے دوچار ہوئے۔ قریش کے خلاف جہاد کا جواز مسلمانوں کو ان کے آبائی شہر سے نکالا جانا تھا جسے قرآن نے ایک عظیم برائی قرار دیا۔ اب عرب کے جارحیت پسندانہ دساتیر میں پھنسے ہوئے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک اور قبیلے کو ان کے وطن سے نکالنے پر مجبور ہوئے۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ مصنفہ نے اس بات کا بالکل لحاظ نہیں کیا کہ مسلمان مکے سے کسی قسم کی (معاذ اللہ) غداری اور بدعہدی کے نتیجے میں نہیں نکالے گئے بل کہ وہ اپنے دین وجان اور آزادی پر قریش مکہ کے بدترین حملوں اور تعذیب واذیت سے تنگ آ کر بہ ذات خود مکہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے جب کہ بنوقینقاع کے یہودیوں کو بدعہدی اور غداری کے نتیجے میں مدینہ سے نکالا گیا۔ حیرت ہے مصنفہ خود تسلیم کر رہی ہیں کہ عرب کے دستور کے مطابق ان کی سزا اس کے سوا اور کچھ نہیں تھی کہ مردوں کو قتل کر دیا جاتا اور عورتوں و بچوں کو غلام بنا کر بیچ دیا جاتا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون ریزی سے گریز کیا۔ جب مصنفہ خود اس بات کو تسلیم کر رہی ہیں تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الم ناک اخلاقی الجھن کا سوال کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اس پہلو سے مصنفہ تضاد فکری کا شکار ہوئی ہیں۔ (۱)

جہاد کے بارے میں مصنفہ کے مغالطہ کا خلاصہ

کیرن آرمسٹرانگ جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی الجھن کا نام دے رہی ہیں درحقیقت وہ مصنفہ کی اپنی ذہنی الجھن ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ مصنفہ نے بنوقریظہ کی عہد شکنی پر ان کے سات سو مردوں کو قتل اور عورتوں و بچوں کو غلام بنا کر فروخت کرنے اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ آج ہمیں یہ بات

Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 129-130

دہشت انگیز لگے گی، لیکن عرب میں تقریباً ہر کوئی سعد کے فیصلے کی ہی توقع رکھتا تھا۔ کتب کے مطابق بنو قریظہ بھی اس فیصلے پر حیران نہ ہوئے۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودیوں کو مذہبی یا نسلی بنیادوں پر قتل نہیں کیا گیا۔ مزید یہ کہ مدینے کے کسی بھی دیگر یہودی قبیلے نے اعتراض یا مداخلت نہ کی۔ پیغمبر اسلام کی حمایت میں وہ کہتی ہیں کہ آ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو کوئی بھی کسی یہودی اور عیسائی کے ساتھ غلط سلوک کرتا ہے وہ روز قیامت جواب دہ ہوگا''۔ نیز یہ کہ بنو قریظہ غداری کی وجہ سے قتل ہوئے۔ دیگر سترہ یہودی قبیلے کئی سال تک مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ انداز میں زندگی گزارتے رہے۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ بعد کے ادوار کی اسلامی حکومتوں میں یہوی مکمل مذہبی آزادی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ بیسویں صدی کے وسط میں عرب اسرائیل تنازع کھڑا ہونے سے پہلے تک سامیت مخالف جذبہ مسلمانوں میں پیدا نہ ہوا تھا۔

کیرن آرمسٹرانگ کی ذہنی الجھن اور مغالطہ کا اظہار ان کی اس رائے سے ہوتا ہے جس کے مطابق مصنفہ کا کہنا ہے کہ اگرچہ بنو قریظہ کا الم ناک انجام عہد پیغمبر کے لوگوں کو ناگزیر معلوم ہوا ہوگا، لیکن آج یہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد سے ہم آہنگ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مقصد جاہلیت اور تشدد کا خاتمہ تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) اب ایک عام عرب سردار کی طرح سلوک کر رہے تھے۔ (۱)

مصنفہ کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام، امن کی آخری منزل کے حصول کے لیے جنگ کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن لڑائی نے (قتل و غارت گری کی) برائی کو بے قابو کر دیا۔ جس کی وجہ سے وار اور جوابی وار کی غارت گری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس نے اسلام کے اہم اصولوں کو پامال کر دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب پیغمبر اسلام بنو قریظہ کے قبیلے سے مدینے کے شہر واپس جا رہے تھے تو انہوں نے ضرور محسوس کیا ہوگا کہ فساد کو ختم کرنے کی خاطر کوئی اور طریقہ تلاش کرنا ہوگا۔ پیغمبر اسلام کو (معاذ اللہ) جاہلی طرز عمل یک سر ترک کرنا اور ایک قطعی مختلف حل تلاش کرنا

۱۔ Ibid, P 150-151

تھا۔(۱)

اسلام کے نظامِ جہاد اور سیرت کی تعلیمات جہاد کو سمجھنے میں مصنفہ مکمل طور پر ناکام نظر آتی ہیں۔صرف مصنفہ ہی نہیں دورِ جدید کے بڑے بڑے مسلم و غیر مسلم اذہان اسلام کی جہاد کی تعلیمات کو سمجھنے میں شدید مغالطوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ان سطور کے راقم نے اپنے ایک مضمون مغرب اور جہاد میں اسلام کے نظامِ جہاد کا خلاصہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔(۲)

باب پنجم: سلام

اس باب کے آغاز میں مصنفہ نے مدینے کی سماجی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا حضرت زینب سے نکاح کا ذکر کیا ہے اور اسی تناظر میں حجاب کی آیات کا ذکر کیا ہے۔حجاب کے حوالے سے مصنفہ کے نقطہ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاب کی آیات نہایت متنازع بن گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے تین نسلوں بعد ان آیات کی بنیاد پر تمام عورتوں کو پردے کا پابند کیا گیا۔وہ کہتی ہیں کہ آیات حجاب سورہ نمبر ۳۳ میں آئی ہیں، جہاں محاصرے کے متعلق بھی آرا موجود ہیں، انہیں اس خوف ناک پس منظر میں ہی دیکھا چاہیے۔یہ احکامات تمام مسلمان عورتوں پر نہیں بل کہ صرف ازواج مطہرات پر عائد ہوتے ہیں۔ان کی وجہ پیغمبر کے دشمنوں کی سازشیں، آپ ﷺ کی ذاتی زندگی کے متعلق افواہیں اور روزمرہ میں ازواج مطہرات کے ساتھ کی جانے والی بدتمیزی تھی۔وہ کہتی ہیں کہ پردے نے ایک طرح کی دہلیز بنادی، اس نے ایک ممنوع اور مقدس روک کھڑی کردی جیسا کہ دمشقی کپڑے نے کعبے کو ڈھکا ہوا ہے۔وہ کہتی ہیں ہمارے اپنے عہد میں بھی حجاب کو مغرب کی جانب سے امت کو لاحق خطرے کے خلاف ڈھال کے طور پر اسے ایک نئی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

حجاب کے بارے میں مصنفہ خیال آرائی کرتی ہیں کہ حجاب کا مقصد مردوں اور عورتوں کو الگ کرنا نہیں تھا، بل کہ دو مردوں کے بیچ پردہ حائل کیا گیا تھا، پیغمبر اسلام اور حضرت انس کے درمیان، تا کہ شادی شدہ جوڑے کو بدخواہ لوگوں سے الگ کیا جاسکے۔وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ

۱۔ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, 152

۲۔ الایام کراچی، جلد ۹ شمارہ ۲ (جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸)، محمد رشید، مغرب اور جہاد: ص ۷۳۔۹۰

حجاب کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کام یابی تھا جو پیغمبر اسلام کو اپنی بیویاں الگ تھلگ رکھنے پر کچھ عرصے سے زور دے رہے تھے۔ اسے وہ مصنوعی اور ظاہری حل قرار دیتی ہیں۔(۱)

مصنفہ کا دعویٰ ہے کہ حجاب کے رواج کے باوجود مسلم معاشرہ خطرات سے بچ نہ سکا۔ وہ تفصیل سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے جانے والے بہتان اور اس کی صفائی میں نازل ہونے والی آیات کا حوالہ دیتی ہیں۔(۲)

صلح حدیبیہ: حقیقی فتح (امن کا دور)

مصنفہ نے صلح حدیبیہ کے واقعے کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ فتح نازل ہوئی، جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مجھے سورج کے نیچے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔(۳)

مصنفہ کہتی ہیں کہ حدیبیہ وہ مقام ہے جہاں پر مسلمان کفار مکہ سے نمایاں اور ممتاز ہو جاتے ہیں۔ قریش مکہ کا رویہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جاہلی گھمنڈ اور ہٹ دھرمی کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے، جب کہ مسلمان جنگ جویانہ رویہ اختیار کرنے کی بہ جائے حلم، امن اور برداشت کے جذبے سے متصف تھے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حقیقی فرماں بردار تھے جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر قریش جیسا جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی بہ جائے اللہ کے سامنے سر جھکایا۔ مصنفہ واضح کرتی ہیں کہ تشدد اور دھونس نے نہیں بل کہ رحم، خوش اخلاقی اور تحمل کے جذبے نے امت کو فروغ دیا۔ چناں چہ صلح حدیبیہ کے بعد کے دور کو وہ امن کے دور کا نام دیتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ کش مکش ابھی بھی جاری رہی لیکن حدیبیہ نے امن قائم کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی یہ

۱۔ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 156-159

۲۔ Ibid, P 159-163

۳۔ Ibid, P 163-174

وہ کام یابی اور فتح تھی جس پر سورہ نصر کی آیات نازل ہوئیں۔(۱)

مصنفہ اس رائے کا اظہار بھی کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح اپنی زندگی میں متنازع رہے ویسے ہی اپنی وفات پر بھی متنازع رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے آپ کے پیغمبرانہ مشن کی پوری اہمیت سمجھنے والے بہت ہی قلیل تعداد میں تھے۔ مصنفہ کے الفاظ میں Many were devoted to the ideal of social justice, but not to Muhammad's ideal of nonviolence and reconciliation.

مصنفہ کے یہ الفاظ واضح کرتے ہیں کہ وہ پیغمبر اسلام کے مشن کو درست طور پر سمجھ ہی نہیں سکیں اور محض اپنے خاص ذہنی سانچے کے مطابق اسلام کو پینٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حال آں کہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۵ پر مصنفہ یہ حقیقت تسلیم کر رہی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عدم تشدد کے (فلسفہ) کے علم بردار نہیں تھے۔(Muhammad was not a pacifist.)

اسلام کے بارے میں وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ From the very beginning, Islam was never a monolithic entity. مصنفہ کے یہ الفاظ اسلام کی تفہیم کے بارے میں اس کے ذہنی خلجان اور الجھن کو طشت از بام کر رہے ہیں۔ مصنفہ یہ بھی کہتی ہیں کہ فکری یک سوئی/ اتحاد کا یہ فقدان حیران کن نہیں ہے۔ کیوں کہ عیسائیت کو بھی اسی المیے سے دوچار ہونا پڑا تھا، بدھ مت بھی فرقوں میں بٹ گیا تھا۔ اسی طرح اسلام میں پیغمبر اسلام کی زندگی میں مسلمانوں کو تقسیم کرنے والے عوامل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہیں زیادہ ابھر کر سامنے آگئے۔(۲)

مصنفہ کہتی ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جنگ وجدل کو ناپسند کر کے عدم تشدد کی پالیسی اپنائی۔ وہ کہتی ہیں کہ مغربی نقاد بھی پیغمبر اسلام کو ایک جنگ جو شخصیت ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور یہ دیکھنے سے قاصر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا ہی سے جاہلی نخوت اور انا پرستی کی

۱_ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for our Time, P 177-178

۲_ Ibid, P 198

مخالفت کی۔ امن اور عملی ہم دردی کا مقصد رکھنے والے پیغمبر اسلام کو پھوٹ اور افتراق کی علامت بنادیا گیا۔(۱)

مصنفہ کینٹ ویل سمتھ کے حوالے سے اس رائے کا اظہار کرتی ہیں کہ اگر مسلمانوں کو موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا ہے تو انہیں مغربی روایات اور قواعد کو سمجھنا ہوگا۔ اگر اسلامی معاشروں نے ایسا نہ کیا تو وہ بیسویں صدی کے امتحان میں پورا نہیں اتر سکیں گے۔ تاہم مصنفہ کینٹ ویل ہی کے حوالے سے یہ بھی واضح کرتی ہیں کہ اہل مغرب کے ساتھ بھی یہ مسئلہ ہے کہ وہ یہ بات سمجھنے میں نااہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ زمین پر نہ صرف کم تر بل کہ ان کے ہم رتبہ لوگ بھی رہتے ہیں۔ مصنفہ نے بہت عمدہ اظہار کیا ہے کہ جب تک مغربی تہذیب عقلی و سماجی، سیاسی و اقتصادی طور پر اور مسیحی کلیسیا دینیاتی طور پر دیگر لوگوں کے ساتھ بھی با احترام سلوک کرنا نہیں سیکھ لیتا تب تک یہ دونوں بیسویں صدی کے حقائق سے نمٹنے میں ناکام ہوں گے۔

مصنفہ اختتامی کلمات میں کہتی ہیں کہ اکیسویں صدی کی مختصر تاریخ دکھاتی ہے کہ فریقین میں سے کسی نے بھی یہ سبق نہیں سیکھے۔ اگر ہمیں تباہی سے بچنا ہے تو مسلمانوں اور مغربی دنیا کو نہ صرف ایک دوسرے کو برداشت کرنا بل کہ ایک دوسرے کا احترام بھی سیکھنا ہوگا۔ وہ کہتی ہیں کہ اس کام کے لیے پیغمبر اسلام کی شخصیت ایک اچھا نقطہ آغاز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصنفہ complex man کا خطاب دیتی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات ایسے کام بھی کیے جنہیں قبول کرنا ہمارے لیے مشکل یا ناممکن ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ پیغمبر اسلام ایک اعلیٰ ذہنیت کے حامل شخصیت تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مذہب اور ثقافتی تہذیب کی بنیاد رکھی اس کی قوت تلوار نہیں بل کہ اس کا نام اسلام ہے جس کا نمایاں وصف امن اور افہام وتفہیم ہے۔(۲)

خلاصہ

کیرن آرمسٹرانگ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں گردن تک دھنسی ہوئی

۱_ Ibid, P 200

۲_ Armstrong, Karen, Muhammad: A Prophet for Our Time, P 201-202

جاہلانہ تعصبات کی شکار مغربی دنیا کے مقبول عام روش سے ہٹ کر غیر جانب دارانہ انداز سے سیرت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس تفہیم میں بعض حوالوں سے وہ درست نتائج تک پہنچی ہیں جب کہ سیرت کے بعض اہم پہلوؤں کو سمجھنے میں وہ بالکل ناکام نظر آتی ہیں۔ مصنفہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و پیغام کے نہایت اہم مقصد امن اور افہام و تفہیم کو سمجھنے میں کسی حد تک کامیاب نظر آتی ہیں لیکن جہاد اور امن کے باہمی تعلق کو سمجھنے میں مصنفہ بالکل ناکام نظر آتی ہیں۔ جہاد کا مقصد جاہلی طرز کی لڑائیاں اور جنگیں نہیں بل کہ امن کے اعلیٰ مقصد کی حفاظت اور دفاع ہے اور امن پر مسلح حملے کرنے والے جارحیت پسندوں کی جارحیت پسندی کو ختم کرنا ہے۔ اس مفہوم میں دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ جدید دنیا کی زبان میں جہاد درحقیقت اسلام کا Defense Department ہے، تاہم اس کی اضافی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام اس میں روحانی مسرت اور اخروی کامیابی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیتا ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ کی زیر تبصرہ تصنیف کا کمزور ترین پہلو یہی ہے کہ وہ اسلام اور سیرت کے اس پہلو کو سمجھنے میں بالکل ناکام نظر آتی ہیں۔(۱)

۱۔ اس کتاب کا ترجمہ یاسر جواد نے پیغمبر امن کے نام سے کیا ہے جو کہ نگارشات پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔ اس مضمون کی تیاری میں اس ترجمہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جناب یاسر جواد کا نام ترجمہ کی دنیا میں ایک معتبر نام مانا جاتا ہے۔ تاہم راقم کی رائے میں اس ترجمے میں محترم ترجمہ نگار سے متعدد تسامحات سرزد ہوئی ہیں، مثلاً انہوں نے کیرن آرمسٹرانگ کے ایک جملے Muhammad was not a pacifist. کا ترجمہ اپنی کتاب پیغمبر امن کے ص ۹۹ پر یوں کیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن کا پرچار نہیں کر رہے تھے۔ یہ ترجمہ مصنفہ کے موقف کی تفہیم میں مغالطہ پیدا کر سکتا ہے۔ ہماری رائے میں کیرن آرمسٹرانگ کے اس جملہ کی درست ترجمانی یوں کی جا سکتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدم تشدد (فلسفہ) کے علمبردار نہ تھے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہر حال میں) جنگ مخالف (نظریے) کے علم بردار نہ تھے۔ اسی طرح کتاب کے آخری باب میں مصنفہ نے صلح حدیبیہ کی تفصیل بیان کی اور اسے پیغمبر اسلام کی حقیقی فتح قرار دیا اور اس موقع پر نازل ہونے والی سورہ فتح کا ذکر کیا لیکن ترجمہ نگار نے اپنی کتاب پیغمبر امن کے صفحہ ۱۳۹ پر اس سورت کا نام سورہ فاتحہ لکھ دیا ہے جو کہ سنگین تسامح کی نشان دہی کرتا ہے۔ چند ایک اور تسامحات بھی راقم کے مشاہدہ میں آئے لیکن مضمون بوجھل ہونے کے خدشے کی وجہ سے ان کا ذکر قلم زد کر دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تعارف کے لیے ایک بہترین عنوان تخلیق کرنے پر مصنفہ کے لیے بے اختیار تحسین کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، تاہم ایک خوب صورت عنوان تخلیق کرنے پر مصنفہ کو یہ حق کسی صورت حاصل نہیں ہوجاتا کہ وہ حقائق کو مسخ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے تربیت یافتہ اصحاب کے بارے میں بعض مغالطہ انگیز اور باہم متضاد آرا سے قاری کو کنفیوژن میں مبتلا کریں۔